خدا کی تقدیر یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ ہر سال احمدیت کے حق میں ایک نئی شان لے کر آئے گا۔ ہر سال احمدیت کا سال ہوگا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 /دسمبر 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۹﴾ (البقرۃ: 18، 19)

پھر فرمایا:۔

سب سے پہلے تو میں آج کے خطبے میں یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا سال 1995ء اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت سی برکتیں لے کے آیا، بہت سے اہم واقعات اس سال میں رونما ہوئے اور بہت سی خوشخبریاں جماعت کے لئے پیچھے چھوڑ کر اب یہ رخصت ہونے والا ہے صرف اس سال کی چند گھڑیاں باقی ہیں اور پھر ہم ایک نئے سال میں داخل ہوں گے۔ اسی نسبت سے ہمیں، سب کو اپنے سال گزشتہ کے حالات پر ایک نظر ڈالنی چاہئے اور اس نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس سال میں کتنی بدیاں اتار پھینکی ہیں، کتنی خوبیاں نئی حاصل کی ہیں، کون سی نیکیاں ہیں جن سے پہلے محروم تھے اس دفعہ ہمیں توفیق ملی، کون سی نیکیاں ہیں جن سے ہم محروم رہ گئے اور کہیں ایسا تو نہیں کہ پہلے عادی تھے مگر اب سست پڑ گئے۔ یہ جائزہ ہر سال کے اختتام پر ہوتا رہنا چاہئے اور بہت ہی اہم جائزہ ہے۔

ٹھنڈے مزاج کے ساتھ غور کرنا چاہئے اپنے حالات پر غور کرنا چاہئے۔ وہ ذمہ داریاں جو آپ کے سپرد ہیں ان پر غور کرنا چاہئے۔ مثلاً شادی شدہ ہیں تو بیوی اور بچوں پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ کتنا وہ دین کے قریب آئے ہیں، کتنا دین سے دور ہٹے ہیں۔ نیکی کی باتوں میں دلچسپی پر کیا کیا حال ہے۔ کیا اس سال میں وہ دنیا کے گندے پروگرام دیکھنے کی طرف زیادہ مائل ہوئے ہیں یا دینی پروگراموں میں دلچسپی بڑھی ہے۔ غرضیکہ یہ جائزہ بہت وسیع ہے اور اپنے زیرنگیں سب کا خیال رکھنا چونکہ یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے، جو ہمارے سپرد ہوئے ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی ہم پوچھے جائیں گے تو اپنی ذات سے یہ جائزے کا سفر شروع کریں اور اس کو پھیلاتے چلے جائیں، گردوپیش میں، اپنی بیوی، اپنے بچوں پر، اپنے ماحول پر، دوستوں پر، عزیزوں پر اور بالعموم یہ نظر ڈالیں کہ یہ سال ہمارا کیسا رہا اور پھر اس سے گزشتہ سال پر بھی ایک اڑتی سی نظر ڈال لیں یہ طے کرنے کے لئے کہ آپ کا قدم روحانی لحاظ سے آگے بڑھ رہا ہے یا پیچھے ہٹ رہا ہے کیونکہ یہ جائزہ وقتاً فوقتاً ضروری ہے۔ خصوصیت کے ساتھ جب سالوں کے جوڑ آتے ہیں اس وقت تو یہ جائزہ بہت ہی ضروری ہو جایا کرتا ہے۔

رمضان مبارک بھی آنے والا ہے۔ پچھلے رمضان سے اس کا موازنہ بھی ہم کریں گے انشاء اللہ اور میں گزشتہ رمضان میں یہ آپ کو واضح طور پر نصیحت کر چکا ہوں کہ رمضان سے رمضان کے سفر کا بھی جائزہ لیا کریں۔ سال کبھی ایک خاص مقام سے باندھے جاتے ہیں اور خاص مقام تک چلتے ہیں۔ کہیں ایک دوسرے مقام سے باندھے جاتے ہیں اور پھر اسی مقام تک آئندہ سال تک چلتے ہیں۔ تو جہاں تک انگریزی مہینوں کا تعلق ہے اس کا سفر یکم جنوری سے شروع ہوگا اور 31 دسمبر پہ ختم ہوگا۔ جہاں تک اسلامی مہینوں کا تعلق ہے رمضان سے ہمارا سال شروع ہوتا ہے یعنی عملاً ہم شعوری طور پر رمضان ہی سے سال شروع کرتے ہیں اگرچہ محرم سے سال شروع ہوتا ہے مگر میرے نزدیک تو رمضان ہی ہے سال کا پیمانہ۔ رمضان سے شروع ہوتا ہے اور رمضان پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

اس پہلو سے ایک اور بات بھی ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس سال کے آغاز میں میں نے آپ کے سامنے یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو ''بعد گیارہ انشاء اللہ'' (تذکرہ صفحہ: 327) الہام کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی تفہیم پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی۔ مختلف علماء مختلف وقتوں میں اسے مختلف حالات پر چسپاں کرتے

رہے۔ میں نے دعائیہ رنگ میں اور بھاری امید رکھتے ہوئے کہ اللہ اپنی رحمت سے میرے اس دعائیہ جذبے کو قبول فرمائے گا آپ کے سامنے یہ بات رکھی تھی کہ ہوسکتا ہے ہجرت کے آغاز سے لے کر گیارہ سال پورے ہونے کے بعد جو سال چڑھے گا وہی سال ''بعد گیارہ انشاء اللہ'' کے ساتھ تعلق رکھتا ہوگا۔ اس پہلو سے ابھی کچھ مہینے باقی ہیں اور اگر سال کو ایک اور پہلو سے دیکھا جائے تو 1984ء کا سال وہ سال ہے جس میں دشمن نے ظلموں کی انتہاء کر دی اور وہ سال 1995ء کے اختتام تک گیارہ سال پورے کرتا ہے اور پھر 1996ء کا پورا سال ''بعد گیارہ'' کے دائرے میں آتا ہے۔ لیکن ایک پہلو ایسا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ پیشگوئی ایک رنگ میں تو پوری ہو چکی ہے۔ اس کی تفاصیل ابھی کھل کر آپ کے سامنے نہیں آئیں لیکن رفتہ رفتہ جب ان رازوں سے پردہ اٹھے گا تو جماعت حیران رہ جائے گی کہ کتنی عظیم الشان ''بعد گیارہ'' کی پیشگوئی تھی جو جماعت کے حق میں پوری ہوئی ہے اور ابھی آپ پوری طرح اس کے اسرار سے واقف نہیں ہیں۔

اسی ضمن میں میں نے یہ آیت تلاوت کی ہے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ان لوگوں کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے آگ بھڑکائی ہو۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جب وہ ماحول کو چمکا دے مَا حَوْلَهُ اپنے گردوپیش کو چمکا دے ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ اللہ ان کا نور لے جائے وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ اور ایسے اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑ دے کہ وہ کچھ دیکھ نہ سکیں صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ اور وہ حق کی طرف سچائی کی طرف لوٹیں گے نہیں۔

اس آیت میں بھی ایک نور کا ذکر ہے اور اس آیت میں ایک نار کا بھی ذکر ہے۔ اس ذکر کو واپس اس مضمون کی طرف لے جانے سے پہلے جس کا میں نے ابھی بیان کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس نور اور نار کے معاملے کو اس آیت کے ساتھ رکھتے ہوئے آپ کے سامنے حل کروں جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی مثال اپنے نور سے دی ہے یا اپنی مثال محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے دی ہے اور وہاں بھی ایک نار کا ذکر ہے وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔

تو ایک نور اور نار کا ذکر اس آیت میں ہے، اکٹھے آتا ہے۔ ایک نور اور نار کا ذکر اس آیت میں ہے جو ایک ہی جگہ ملتا ہے۔ تو وہاں نار سے کیا کیا مراد ہے۔ بسا اوقات یہ سمجھا جاتا ہے اور اپنے

اندر یہ بھی ایک طرح سے صحیح ترجمہ ہوسکتا ہے میں اس کا انکار نہیں کرتا مگر جس پہلو سے میں اسے دیکھ رہا ہوں یا دعا کے بعد اللہ نے مجھے سمجھایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ زیادہ گہرا ترجمہ ہے جو آنحضرتﷺ کے تعلق میں زیادہ عمدگی سے چسپاں ہوتا ہے۔ وہاں یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ یہ تیل اپنی ذات میں ایسا شفاف تھا جو بھڑک اٹھنے کے لئے تیار بیٹھا تھا خواہ اسے آگ نہ بھی Touch کرے یعنی مس نہ کرے۔ پھر جب اللہ کا نور نازل ہوا تو گویا اس شعلہ نور نے آگ کا کام کیا جس نے اسے اور بھی بھڑکا دیا اور نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ بن گیا۔ لیکن وہاں اللہ کی طرف سے نار اترنے کا تو کوئی ذکر نہیں ہے، نور اترنے کا ذکر ہے اور پہلی جگہ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ کا ذکر ہے۔ اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ انسانی صلاحیتوں کے تیل پہ بعض دفعہ اس کی فطرت کی نار بھی اثر انداز ہوتی ہے اور بسا اوقات انسان اپنی صلاحیتوں کو اپنی اندرونی نار سے بھڑکاتا ہے اور وہ فائدہ مند ہونے کی بجائے نقصان کا موجب بن جاتی ہیں۔ بنیادی طور پر وہ صفات نیک و بد سب میں برابر ہیں لیکن نار نے ان کو بھڑکایا ہے یا نور سے وہ بھڑکی ہیں، ان دو چیزوں میں بڑا نمایاں فرق ہے۔

لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے میرے نزدیک مراد یہ ہے کہ آنحضرتﷺ کے وجود کو نار مس نہیں کر سکتی تھی، ناممکن تھا کہ کسی پہلو سے بھی نار آپ کی ذات پر اثر انداز ہو۔ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ کا مطلب ہے باوجود اس کے کہ آپؐ کی کسی نفسانی خواہش نے آپؐ کی صلاحیتوں پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی نفسانی خواہش سے آپؐ متاثر نہیں ہوئے پھر بھی وہ ایسا نور تھا جو خود بخود چمک اٹھنے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ پس نار نے تو مس نہیں کیا ہاں آسمان سے ایک شعلہ نور اترا ہے جو وحی کا نور تھا اور اس نے نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ کی کیفیت پیدا فرما دی۔ پس نار اور نور کا ایک اکٹھا ذکر وہاں ملتا ہے اور ایک یہاں ملتا ہے جہاں اہل نار کے نور کا ذکر ہے ان کو بھی ایک قسم کا نور ملتا ہے۔ اہل نار وہ ہیں جو آگ بھڑکانے والے ہیں جیسے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (الھب: 1) میں ذکر ملتا ہے کہ ایسا بھی بدبخت تھا جو آگیں بھڑکاتا پھرتا تھا اور قرآن کریم کے آغاز ہی میں یہ بات بعض گروہوں کی طرف منسوب فرمائی گئی۔ بعض شریروں اور کفار کی طرف کہ وہ بھی مومنوں کے خلاف آگ بھڑکاتے پھرتے ہیں اور جب آگ بھڑک اٹھتی ہے تو وہ اس سے

لذت یاب ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہوتے ہیں کہ اب ہمیں لطف آئے گا۔ اس وقت وہ اندھے ہو جاتے ہیں، کچھ ان کی پیش نہیں جاتی اور جو نتائج دیکھنے کے متمنی ہوتے ہیں ان نتائج سے کلیۃً محروم کر دیئے جاتے ہیں۔

یہ سال جو گزرا ہے اس میں ایسا بھی ایک واقعہ ہو چکا ہے اور اسی وقت مجھے اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا کہ یہ کیا سازش ہے کیونکہ یہ سال ہماری جماعت کے خلاف سازشوں کا سال بھی ہے اور اس پہلو سے ہماری تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ جب میں نے یہ اعلان کیا اس سے پہلے میں یہ بھی اعلان کر چکا تھا کہ دعائیں کریں ''**اللھم مزقھم کل ممزق و سحقھم تسحیقا** کہ اے اللہ دشمنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ وہ دشمن عامۃ الناس نہیں۔ وہ دشمن مسلمان شریف علماء نہیں بلکہ وضاحت کے ساتھ میں نے یہ بات کھول دی تھی کہ وہ دشمن، وہ شریروں کے راہنما ہیں جو شرارتوں کے مرکز ہیں، جہاں سے آگ کے شعلے اٹھتے ہیں اور بھڑکائے جاتے ہیں۔ وہ شریر پیش نظر ہیں یعنی دشمنوں کے سردار ایسے راہنما جو کسی صورت بھی باز نہیں آتے اور لازماً ہمیشہ شر اور فساد کی آگ بھڑکانے کے لئے وقف رہتے ہیں۔ میں نے یہ وضاحت اس لئے کی کہ جماعت کی شان نہیں ہے کہ وہ بددعائیں کرتی پھرے یا بددعا میں جلدی کرے۔ صرف ان بدبختوں کے لئے بددعا کرنی چاہئے جن کے لئے بددعا قوم کے لئے لازماً دعا بن جاتی ہے۔ ان کی بدی سے ان کے شر سے نجات کا ذریعہ ہی یہی رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کے ایسے سامان پیدا فرما دے کہ ان کے شر سے دنیا محفوظ ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ شرارتیں اپنے منطقی نتیجے کو ضرور پہنچیں گی اور یہاں اس وقت میرے پیش نظر احمدیوں کو پہنچنے والا شر نہیں تھا بلکہ اہل پاکستان کو پہنچنے والا شر خصوصیت سے پیش نظر تھا اور وہ شر ایسا تھا جس کی تیاریاں وہاں کی جا چکی تھیں اور ہو رہی تھیں۔

چنانچہ ایک وہ پہلو تھا جس کے پیش نظر اچانک یہ واقعہ ہوا کہ سارے علماء نے سر جوڑے اور کہا ہم اکٹھے ہوتے ہیں اور ہم ایک ہو جائیں گے اب، ہمارے اندر کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ مجھے اسی وقت سمجھ آ گئی کہ یہ تو جواب دیا جا رہا ہے ہماری دعا کا۔ ہماری دعا تو اللہ سے تھی اور اس دعا کی عرض حال یہ تھی کہ اے خدا ان کو پارہ پارہ کر دے تو کہتے ہیں دیکھ لو جی تمہاری دعا کا اثر ہم تو اکٹھے ہو گئے۔ لیکن چند دن ہی میں وہ جھوٹی وحدت ٹوٹ گئی اور اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف ہونا شروع ہو

گئے۔ لیکن صرف یہ بات کافی نہیں ہے اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو انشاء اللہ آئندہ وقت آنے پر میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

ایک دوسرا منصوبہ انہوں نے یہ بنایا کہ اگلے سال ہجرت کا سال پورا ہوتے تک جماعت کے خلاف ایک عظیم فساد برپا کر دیا جائے کہ جس کے بعد ہم کہہ سکیں کہ یہ جماعت پاکستان سے اب ختم ہو چکی ہے اور وہ سکیم بنانے کے بعد انہوں نے لندن پہنچ کر مجھے پیغام بھیجا کہ ہم ایک ضروری بات کے لئے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جو پیغام بھیجا اس میں جھوٹی باتیں تھیں، جھوٹے عذر تھے، جو اصل بات نکلی وہ اور تھی جو میں اب آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ پیغام یہ تھا کہ آپ کی باتوں سے لگتا ہے کہ آپ کو امت مسلمہ کی ہمدردی تو ہے نا کم سے کم اور اسی لئے ہم کچھ افہام و تفہیم کے لئے آنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کوئی افہام و تفہیم آپ سے مجھے نہیں کرنا۔ میری باتیں کھلی کھلی ہیں میں خطبات میں سب کچھ کھول دیتا ہوں اور آپ کو پیغام مل چکا ہے اب آپ کی مرضی ہے کہ مانیں یا نہ مانیں مگر اگر کوئی بات کرنی ہے تو میری نمائندگی میں امیر صاحب یو۔کے موجود ہیں اور ان کے ساتھ بعض اوروں کو بھی شامل کر دوں گا آپ نے جو کچھ کہنا ہے ان سے کہہ دیں۔ جب وہ ملنے کے لئے آئے تو پھر بات اور نکلی۔ بہت سی ادھر ادھر کی باتوں کے بعد انہوں نے کہا ہم آپ کو دراصل وارننگ دینے آئے ہیں۔ آپ یعنی مجھے پیغام پہنچا دیں کہ اب دو ہی رستے رہ گئے ہیں یا تو وہ اسلام قبول کر لیں جو ان کا اسلام ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے اسلام کو چھوڑ دیں۔ یعنی عملاً یہ پیش نظر تھا کہ وہ اسلام جو حقیقی اسلام ہے، جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا اسلام ہے جس میں جھوٹ کی کسی قیمت پر اجازت نہیں، کسی حالت میں اجازت نہیں اس کو چھوڑ کر ان جھوٹوں کا اسلام قبول کر لوں۔ یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر ویسے میں ان کی بات بتا رہا ہوں۔ یہ کریں ورنہ پھر بد نتائج کے لئے تیار ہو جائیں اور ساتھ یہ کہا کہ ہم اگلی اپریل کے آخر پر پھر ملنے آئیں گے اور اس کے بعد ایک میرے نام کھلا خط شائع کیا جس میں یہ ساری باتیں بیان کیں سوائے اس بات کے جو زبانی پیغام دے گئے تھے۔

امیر صاحب اور ان کے ساتھ جیسے مومن عموماً بھولا ہوتا ہے وہ سمجھے، بھولے سے مراد ہے بعض دفعہ زیادہ ہی اعتماد کر جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ جس کو دکھانا چاہتا ہے، جس کے سپرد ذمہ داریاں

کرتا ہے اس کو ایک بھولے پن سے بلند تر مقام دیتا ہے اور دکھا دیتا ہے کہ کیا بات ہے۔ میں نے ان سے کہا آپ پیغام ہی نہیں سمجھتے وہ یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اگلی اپریل تک تم سمجھتے ہو کہ اللہ تمہارے حق میں کوئی نشان دکھائے گا ہم تمہیں بتانے آئے ہیں کہ وہ نشان جماعت احمدیہ کی ہلاکت کا نشان ہوگا اور ہم پھر آئیں گے اور پھر اس تاریخ کو مل کر بتائیں گے کہ کس طرح تمہاری پیش گوئیاں جھوٹی نکلی ہیں اور جھوٹوں کے ساتھ یہی سلوک ہوا کرتا ہے۔ یہ بد بخت نیت تھی جس کو اسی سال نے پرورش دی ہے اور اور بھی کچھ نیتیں ہیں اور سازشیں ہیں جو اس سال میں اندر اندر پنپتی رہی ہیں جس طرح کیڑے پلتے ہیں۔ خوراک کے نیچے، سطح سے نیچے بظاہر آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے مگر وہ کلبلا رہے ہوتے ہیں اور جب سطح پھٹتی ہے تو پتا لگتا ہے کہ ساری خوراک کیڑے کیڑے بن چکی ہے۔

پس یہ سال جو گزرا ہے یہ بعض عظیم برکتوں کی تیاری کا سال بھی ہے اور بعض نہایت بھیانک اور خوفناک سازشوں کا سال بھی ہے اور ایسی سازشیں بھی ہیں جو جماعت کے ساتھ ہی تعلق نہیں رکھتیں سارے ملک پاکستان سے تعلق رکھتی ہیں اور ایسی سازشیں ہیں جن کی ایک نوع کی سازش کو دوسرے سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ پس کچھ آثار ایسے ظاہر ہوئے ہیں جن کے اوپر سے مزید پردے اٹھائے جائیں گے۔ جس کے حالات معلوم کر کے آپ اندازہ کرسکیں گے کہ کتنی خوفناک سازش جماعت کے خلاف تھی جسے اللہ نے چاک کر کے اس کے پرخچے اڑا دیئے ہیں اور دشمن کے لئے وہی سازش اس کی سزا میں تبدیل کی جائے گی۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا اس آیت کریمہ سے تعلق ہے۔

اور ان کا نور جو ہے وہ عارضی آگ کے شعلوں سے تعلق رکھنے والا نور ہے لیکن وہ وفا کرنے والا نور نہیں۔ وہ نور جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے وہاں بھی ایک آگ کا ذکر ہے مگر آگ سے بچائے جانے کا ذکر ہے۔ فرمایا وہ نور کسی آگ کا محتاج نہیں ہے۔ وہ آسمانی نور ہے خواہ وہ زمین سے پیدا ہو اور اس آسمانی نور پر آسمان سے ایک نور اترتا ہے لیکن یہ نور جو آگ کی پیداوار ہے یہ تو ایسا بے وفا نور ہے کہ اس آگ کے بھڑکانے والوں کو اپنی آگ کے نتیجے دیکھنے تک کی وفا بھی نہیں کرتا۔ پیشتر اس کے کہ اس کے نتیجے ظاہر ہوں وہ نور ان کو چھوڑ کے چلا جاتا ہے، ان کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا اور حیران رہ جاتے ہیں کہ ہوا کیا ہے ہم سے اور بالکل برعکس نتائج ظاہر ہوتے

ہیں ان نتائج سے جن کی توقع لے کر یہ بیٹھے ہوتے ہیں۔

پس ایک بہت ہی خوفناک سازش جو پاکستان کے خلاف کی گئی تھی اس پر سے اسی سال ایک پردہ اٹھا ہے اور میرے اس اظہار کے بعد کہ میرے نزدیک کوئی عظیم نشان بعد گیارہ پاکستان میں ظاہر ہونا ہے اس کا ایک پہلو تو ظاہر ہو گیا ہے، ایک نہایت خوفناک سازش فوجی بغاوت کی گئی تھی جو اس نوعیت کی تھی کہ ناممکن تھا کہ وہ اگر تھوڑی دیر کے لئے کامیاب ہوتی بھی تو بغیر فساد کے بجھ سکتی۔ لازماً اس صورت میں پاکستان کی فوج میں خطرناک لڑائیاں شروع ہونی تھیں اور پاکستانی فوج کا مزاج اس سازش کو قبول کر ہی نہیں سکتا تھا۔ سارا ملک خانہ جنگی میں دھکیل دیا جاتا اور ان حالات میں کہ جب کشمیر کا فتنہ موجود ہے، ہندوستان اور پاکستان دونوں ایک دوسرے سے خطرات محسوس کر رہے ہیں، ان حالات میں اگر یہ واقعہ ہو جاتا تو ایک عام تباہی مچ جانی تھی، اس ملک کا کچھ بھی باقی نہ رہتا۔ پس اللہ کا بے انتہاء احسان ہے کہ اس نے وقت کے اوپر ان دعاؤں کی تحریک میرے دل میں ڈالی اور ہمیں کچھ بھی علم نہیں تھا کہ سازش کیا ہو رہی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے جس کی نظر تھی سازش کے ہر کونے پر، ہر گوشے پر اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا کہ تمہیں پتا ہی نہیں کہ دشمن تمہارے لئے کیا سوچتا ہے۔ مجھے پتا ہے میں ہی تدبیر کرتا ہوں اس کے خلاف۔ ایک دفعہ پھر ثابت کر دیا کہ جماعت احمدیہ خدا کی حفاظت میں اور خدا کے امن کے سائے تلے ہے۔ ہمیں کچھ بھی خبر نہ ہو کہ دشمن کیا کر رہا ہے اور کیا تدبیریں کر رہا ہے، کیا سوچ رہا ہے اور خدا کے علم میں ہوتا ہے اور خدا ان تدبیروں کو ان کے منہ پر رد کر کے مارتا ہے اور ان کی سازشوں کو ان پر الٹا دیتا ہے۔

پس وہ لوگ جو انتظار کر رہے ہیں کہ یہ نشان کب ظاہر ہوگا ایک پہلو تو ظاہر ہو چکا ہے اور بڑی شان کے ساتھ ظاہر ہوا ہے اور اس کے اندر پلنے والی اور سازشیں بھی تھیں اور ان کا براہ راست جماعت سے تعلق تھا۔ اب وقت آئے گا تو پھر جب پردے اٹھیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر آسمان سے جماعت کی حفاظت کے سامان فرمائے ہیں ورنہ بہت ہی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر وہ کرنا پڑتا بھی تب بھی جماعت کا کچھ نہ بگڑتا اس میں بھی مجھے ذرّہ بھی شک نہیں ہے۔ مگر بہت تکلیف میں سے گزرنا پڑتا اس میں بھی شک نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ غیب سے حالت پر نظر رکھ رہا ہے، غیب کے حالات پر نظر رکھ رہا ہے اور ہم عاجز بندوں کو جن کو کچھ بھی علم

نہیں اپنی ذات پہ گزرنے والے لمحے کے انجام کی بھی خبر نہیں۔ ہمیں بسا اوقات ایسے خطرات سے آگاہ فرما دیتا ہے جن کے متعلق ہمارا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور تفصیل بتائے بغیر دعاؤں کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اور دل میں ایک بات گاڑ دیتا ہے جو میخ کی طرح گڑ جاتی ہے کہ کچھ ہونے والا ضرور ہے اور اس کے مطابق جب مومن دعائیں کرتا ہے اور گریہ وزاری کرتا ہے تو پھر خود ہی غیب سے، آسمان سے فرشتوں کی فوجیں اتارتا ہے اور وہی عاجز، بے بس اور دفاع کی طاقت سے عاری مومنوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ پس یہ جو سلسلہ نشانات کا شروع ہوا ہے یہ ابھی اور آگے بڑھے گا۔

اور جہاں تک دشمن کی اس دھمکی کا تعلق ہے کہ ہم دوبارہ آئیں گے میں آج کھل کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ لاکھ سال زندہ رہیں وہ چیز نہیں دیکھ سکتے جس کی امید لئے بیٹھے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آنے والا سال ملاں کا سال ہوگا اور احمدیت کے معاندین کا سال ہوگا۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ یہ اعلان کر بیٹھے تھے، اس سے پہلے بھی جلسہ سالانہ میں میں ان کو جواب دے چکا تھا کہ تم لاکھ دفعہ مرو، لاکھ دفعہ جیو، وہ سال کبھی طلوع نہیں ہوگا کہ احمدیت کا سال نہ ہو اور تمہارا سال ہو، یہ ناممکن ہے۔ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خدا کی تقدیر یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ ہر سال احمدیت کے حق میں ایک نئی شان لے کر آئے گا۔ ہر سال احمدیت کا سال ہوگا۔ پس وہ جس کے انتظار میں ہم بیٹھے تھے وہ بات تو ہماری توقع سے بھی پہلے پوری ہوگئی لیکن ابھی سال کے دن باقی ہیں۔ اس لئے آپ کو دعاؤں کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ تائیدی نشان دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو دشمن کے شر سے بچانے والا نشان ہے وہ تو بڑی شان کے ساتھ، بڑی آب وتاب کے ساتھ ظاہر ہو چکا ہے لیکن اس کے علاوہ بعض تائیدی نشان مثبت رنگ کے ہوتے ہیں غیر معمولی کامیابی، غیر معمولی فتح، وہ نشان دیکھنے کے ابھی دن باقی پڑے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ عالمی بیعت کے وقت خدا تعالیٰ اس پہلو سے بھی ہمیں نشان دکھائے گا۔ لیکن خدا کے دینے کے ہاتھ لامحدود ہیں۔ غیب سے جو عطا ملتی ہے اسے کون کہہ سکتا ہے کہ کہاں سے آئے گی اور کیسے آئے گی۔ پس یہ دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ غیب سے ہماری مدد کے سامان فرماتا رہے اور ایسی ایسی نعمتیں اور فتوحات کی خوشخبریاں عطا کرے جن خوشخبریوں کو پھر اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتے بھی دیکھیں اور اس طرح احمدیت کی فتوحات کا زمانہ لامتناہی، نئی شان کے ساتھ ہمیشہ آگے بڑھتا رہے۔ (آمین)

اس کے علاوہ ایک اور خیال بھی آتا ہے کہ اگر اس کو ہجرت کے ساتھ نہ باندھا جائے بلکہ اس سال کے ساتھ باندھا جائے جس سال شرارتوں نے آغاز پکڑا تو وہ 1984ء کا سال تھا۔ اس پہلو سے یہ 1995ء کا سال جو ختم ہو رہا ہے یہ گیارھواں سال بنتا ہے جو ختم ہوگا اور گیارھواں سال ختم ہونے کے بعد جو 1996ء کا سال ہے وہ بہت ہی برکتوں کا سال اور غیر معمولی کامیابیوں والا سال قرار پاتا ہے۔ اگر میرا یہ استنباط درست ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ الہام تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے جو سو سال سے بھی پہلے سے نازل ہو چکا ہے۔ ہم استنباط کر رہے ہیں اور جہاں تک استنباط کا تعلق ہے اس کا ایک پہلو تو خدا نے بڑی شان سے پورا کر دیا۔ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ کس پہلو سے، کس طرح پورا ہوگا لیکن اچانک اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالی کہ تم تو انتظار کر رہے ہو وہ بات تو پوری ہو چکی ہے اور بہت بڑی سازش تھی، بہت ہی بھیانک سازش تھی، ملک کے ٹکڑے اڑا دینے تھے اس سازش نے۔ اللہ تعالیٰ نے بر وقت متنبہ کر دیا فوج کو اور اس نے اپنے یونٹ فوج کی حیثیت سے اپنی شخصیت کو اور پاکستان کی حیثیت سے اس ملک کو بچائے کی فوراً مؤثر کارروائی کی ہے۔ شریروں نے بہت بہت روکیں ڈالیں، بہت ڈرانے دھمکانے کی کوششیں کیں، اسلام کا نام بیچ میں گھسیٹا کہ اس سے مرعوب ہو کر یہ جوابی انسدادی کارروائیوں سے ڈر جائیں گے مگر جسے خدا ہمت دیتا ہے یا جس تقدیر کے تابع ایک بات کو کھولتا ہے لازماً اس کی پھر توفیق بھی عطا فرماتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء احسان ہے کہ اس نے پاک فوج کو اپنی اجتماعیت کو محفوظ کرنے کی توفیق بخشی۔ اس فوج کے خلاف سازش کو کلیۃً رد کر دینے کی توفیق بخشی اور جھوٹی دھمکیوں سے یہ مرعوب نہیں ہوئے اور اس کے نتیجے میں پاکستان کو جو فائدہ پہنچا ہے جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں عام آدمی کو تصور ہوا اور اس کے نتیجے میں پاکستان کو جو فائدہ پہنچا ہے جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں عام آدمی کو تصور نہیں ہے کہ کتنا بڑا خطرہ تھا اور کتنا بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ بلا شبہ اس کے نتیجے میں فوج نے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا تھا۔ جو سکیمیں تھیں ان لوگوں کی وہ سکیمیں جڑوں کے لحاظ سے گہری زیادہ نہیں تھیں۔ چند آدمیوں کے دلوں میں چند مولویوں کے دل میں اس کی جڑیں تھیں۔ عام فوج کے مزاج سے بالکل مختلف مزاج تھا۔ عام پاکستانی کے مزاج سے مختلف مزاج تھا جو اس انقلاب کو دیا جانا تھا اور ناممکن تھا کہ فوج کی اعلیٰ سیادت اس کو قبول کر لیتی۔ اس لئے کہ وہ کور کمانڈر کے لیول پر اور اسی طرح

بڑے بڑے جرنیلوں کی سطح پر وہ لوگ اس سازش میں نہ صرف یہ کہ شریک نہیں تھے ان کو ہوا تک نہیں لگی تھی۔ چند غیر ذمہ دار آدمیوں نے مل کر یہ کی اور ان کا خیال تھا کہ اسلام کے نام پر جب اس سازش کا انکشاف کریں گے تو مولوی جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ بلے بلے تم چلو آگے بڑھو ہم تمہارے ساتھ ہیں اچانک یہ قوم کو آواز دیں گے اور قوم کہے گی عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔ ایسی جاہلانہ خواب تھی کہ جس کا پارہ پارہ ہونا لازم تھا۔ میں صرف اس لئے یہ نہیں کہہ رہا وہ سازش مٹ گئی اور ظاہر ہو گئی میں یہ بتا رہا ہوں کہ اگر یہ کامیاب ہوتی تو ان معنوں میں کامیاب ہوتی کہ فوج کو پارہ پارہ کر دیتی اور ملک کے ٹکڑے اڑا دیتی۔ یہ اتنی بڑی سازش، اتنی خطرناک سازش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کی دعاؤں سے ٹلی ہے اور وہ دعاؤں کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔

پس جہاں تک ہجرت سے ہجرت تک کے سال کا تعلق ہے یہ مضمون میں نے آپ پر کھول دیا مگر جہاں تک سال 1995ء اور 1996ء کا تعلق ہے ابھی ایک سال پورا باقی ہے خوشخبریاں دیکھنے کا اور یہ خوش خبریاں میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ سال کے پہلے چار مہینے میں زیادہ اکٹھی ہوں گی۔ مگر اللہ بہتر جانتا ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض سال ایسے ہوتے ہیں ابتلاء اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جوابی کارروائیوں کے تانے بانے کے ساتھ بنے جاتے ہیں۔ ایک ابتلاء کا دھاگہ چل رہا ہے اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی جوابی کارروائی کا روشن دھاگہ بھی چلتا ہے اور اس طرح سیاہ اور سفید میں بٹا ہوا ایک ڈورا بن جاتا ہے۔ 1995ء کا سال اسی طرح کے دو ڈوروں کا بٹا ہوا سال ہے اور اس کے بعد جو حالات ظاہر ہونے ہیں آپ میں سے ہر سوچنے والا جیسا کہ میں نے بنیاد آپ کے سامنے کھول کر رکھ دی ہے، اپنی سوچ کا جو میرا دائرہ ہے اس میں آپ کو بھی شامل کر لیا ہے، تو آپ اپنے طور پر سوچیں اور آپ میں سے ہر ایک اندازہ کر سکے گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک بہت بڑا احسان ہے جو جماعت پر ہوا ہے اور اس احسان کے نتیجے میں پاکستان پر بہت بڑا احسان ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہی سے بچا لیا ہے۔

پس مزید دعائیں کریں تا کہ یہ قوم جو تباہی سے بچائی گئی ہے کسی مقصد کے لئے بچائی جائے اور وہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب یہ کثرت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی جھولی میں آئے اور

امن کے سائے تلے آجائے اور اس ملک سے پھر آنحضرت ﷺ کے نور کے غلبے کے لئے ایک عظیم الشان تحریک اٹھے۔ یہ وہ مثبت باتیں ہیں جن کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ دعائیں کریں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ جیسے اس سازش کو ناکام بنایا ہے آئندہ اور سازشوں کو بھی جن کا ہمیں کچھ پتہ نہیں ان کو بھی ناکام بنادے اور خدا تعالیٰ کی جوابی کارروائی بڑی شان کے ساتھ احمدیت کے حق میں پے درپے ظاہر ہونے لگے یہاں تک کہ جیسے کہتے ہیں کانوں تک راضی ہو گئے، ہم سر کی چوٹی تک خدا کے انعامات اور احسانات میں ایسے ڈوب جائیں کہ گویا شکر میں تحلیل ہو جائیں۔ اس تصور کے مزے لیتے ہوئے، اس کے چسکے لیتے ہوئے اپنی دعاؤں کو آگے بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعاؤں کو خود ہی اثر عطا کرے اور ان دعاؤں کی قبولیت کی شان ہم آسمان سے برستے ہوئے دیکھیں۔

دوسرا پہلو وہ تھا جس کا میں نے اس سے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ ایم ٹی اے کے خلاف بھی ایک سازش ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے بروقت اس سازش کو منکشف فرما دیا۔ اب صحیح تاریخیں اس وقت معین طور پر تو نہیں میں پیش کر سکتا لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے یہی فروری یا مارچ کا ہی غالباً زمانہ تھا۔ اسی سال کے مارچ میں جب پہلی بات میں نے متبادل انتظامات کی تیاری کی ہدایت دی تھی اور ہمارے سید نصیر شاہ صاحب جن کو میں نے اس کام پر مامور کیا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی محنت کر رہے ہیں۔ اس دن سے لے کر آج تک، دن رات اس کام میں مصروف ہیں اور خدا نے ان کی محنت کو بہت پھل بھی لگایا ہے ان کو یاد ہو گا کہ وہ کون سے دن تھے جب میں نے ان کو کہا لیکن کم و پیش وہی وقت تھا جبکہ مولوی یہ سازش تیار کر رہے تھے اور ایک اور سازش تیار ہو رہی تھی اور خود مولویوں کی بے احتیاطی سے ہمیں علم ہو گیا کہ کیا واقعہ ہو رہا ہے اور ادھر دوسرے سازشیوں کی بے احتیاطی سے ہمیں یہ علم ہو گیا کہ وہاں کیا واقعہ ہو رہا ہے اور خدا نے ایک لمبا عرصہ تیاری کا دیا جو اگر اس وقت تیاری نہ کرتے تو لازماً بہت بڑا وقفہ پڑنا تھا آج کے ایم ٹی اے کے نظام میں اور آئندہ ہونے والے نظام میں بلکہ ہو سکتا تھا کہ پھر ہم بہت لیٹ ہو چکے ہوتے کیونکہ ابھی بھی جہاں جہاں ہم نے رابطے کر کے خدا کے فضل سے اپنے وقت واضح طور پر ریزرو کروا لئے ہیں یعنی پنجابی میں کہتے ہیں ''جگہ مَل لئی'' وہ ہم نے ان کے وقت مل لئے ہیں وہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر تم ذرا بھی دیر کرتے تو اتنا اس

وقت رش ہے، اتنی بڑی بڑی کمپنیاں اور بڑی بڑی حکومتیں وقت کے لئے بے تاب ہیں کہ یہ وقت پھر تمہارے ہاتھ سے نکل جانا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان فرمایا اور بعض وقت تو واضح طور پر، قطعی طور پر مہیا ہو چکے ہیں بعض کے متعلق وعدہ ہے کہ اتنی دیر تک امید ہے کہ ہو جائیں گے اس میں بھی دو قسم کے امکانات ہیں۔ جو میری خواہش تھی وہ تو یہ تھی کہ چوٹی کا جو بھی سامان مہیا ہو سکتا ہے خواہ کیسی ہی قیمت دینی پڑے اتنا اعلیٰ ہو کہ کسی احمدی کی طرف سے پھر کبھی شکایت نہ آئے کہ اب یہ سیٹلائیٹ ڈول گیا، اب یہ مدھم پڑ گیا، اب نکتے آنے شروع ہو گئے، اب اپنا ٹیلی ویژن شروع ہو گئی۔ اس قسم کی پھر کبھی کوئی شکایت کا موقع نہ ملے ایسا انتظام دے۔ اس انتظام کے جو امکانات ابھرے ان میں ایک ایسا بھی تھا جو دنیا میں سب سے زیادہ روشن اور طاقتور نظام ہے اور اس میں ہم نے جگہ بک کرائی لیکن ابھی اس کی آخری صورت طے ہونے میں کچھ دقتیں ہیں۔ لیکن متبادل جو اس سے دوسرے درجے کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بک ہو چکی ہے۔ اس لئے مئی کے آغاز سے لے کر پھر آئندہ ساڑھے پانچ سال تک خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو میں خوشخبری دیتا ہوں کہ پھر کوئی جماعت کو تنگ نہیں کر سکے گا لیکن جو بیچ کا عرصہ ہے اس کے لئے متبادل انتظام جہاں تک تعلق تھا یورپ کا تو پختہ ہو گیا ہے وہ تو طے ہو چکا، قیمتیں ادا ہو گئیں، سودے ہو گئے، تحریریں مکمل ہو گئیں۔

جہاں تک ایشیاء کا تعلق ہے اس کی راہ میں ابھی کچھ مشکلات ہیں۔ میری یہ خواہش تھی کہ یہ سلسلہ ربط نہ ٹوٹے اس لئے خواہ تین گھنٹے کا وقت ملے جو بنیادی طور پر بہت کافی ہے یعنی روزانہ تین گھنٹے جو مرکزی حصہ ہمارے پروگراموں کا ہے وہ یکم مئی تک مسلسل دکھایا جائے۔ اس سلسلے میں خدا کے فضل سے کارروائی تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے، کچھ معمولی روکیں ابھی راہ میں ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان روکوں کو دور فرما دے تو پھر تین مہینے جو صبر کے ہیں وہ ایشیا کے لئے تو اس حد تک صبر کے مہینے ہوں گے کہ بارہ گھنٹے یا چوبیس گھنٹے کی بجائے صرف تین گھنٹے روزانہ کا رابطہ رہے گا اور جہاں تک افریقہ کا تعلق ہے ان تین مہینوں میں افریقہ سے ہمارا رابطہ کٹ جائے گا مگر اس کے متبادل کے طور پر خدا نے بعض اور سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ مثلاً ایک ملک میں جہاں اس وقت جماعت کے رابطے کی شدید ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا فرما دیا کہ وہاں کی ایک آزاد ٹیلی ویژن کمپنی جس کے پروگرام تقریباً ایک سو کلومیٹر کے دائرے میں مرکز سے، ان کے

Capital سے ایک سو کلو میٹر کے Radius میں یعنی اس دائرے میں سنے جا سکتے ہیں۔ ان کو ازخود توجہ پیدا ہوئی اور شوق پیدا ہوا ہے کہ وہ ایم ٹی اے کے پروگرام دکھائیں اور بغیر کسی معاوضہ کے، بلکہ شکریہ کے ساتھ انہوں نے یہ بات منظور کر لی ہے کہ آپ ہمیں اگر براہ راست رابطہ نہ بھی دے سکتے ہوں تو ویڈیوز مہیا کر دیں۔ ہم روزانہ آپ کی ویڈیوز دکھائیں گے اور آپ کا چینل ٹیلی ویژن کا رابطہ نہیں ٹوٹے گا۔ پس الحمد للہ کہ ان کو بھی ہم نے ویڈیوز بھجوا دی ہیں۔ پس اس طرح خدا تعالیٰ خود ہی سامان فرما رہا ہے۔

ایک ملک میں جہاں ویڈیوز یا ٹیلی ویژن کے ذریعے تو رابطہ قائم نہیں ہو سکا وہاں سے خدا نے یہ سامان کر دیا کہ ریڈیو کا Chain سٹیشن ہے ایک، جنہوں نے بہت ہی معمولی قیمت پر یعنی اتنی معمولی قیمت پر کہ وہ آدمی سن کے حیران رہ جاتا ہے، جماعت کے لئے ایک سال کے پروگرام وقف کر دیئے ہیں کہ ہم آپ کے یہ پروگرام باقاعدہ دکھائیں گے۔ شروع میں انہوں نے تھوڑے پروگرام لئے ہیں۔ اب میں ان کو لکھ رہا ہوں کہ اس کو زیادہ کریں۔ مگر ابھی سے ان کا جو اثر ہے وہ بہت حیرت انگیز ظاہر ہو رہا ہے۔ ان پروگراموں کے نتیجے میں دور نزدیک سے لوگ رابطے کر رہے ہیں اور احمدیت کی طرف توجہ بڑھ رہی ہے۔

پس یہ سال جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا جہاں سازشوں کا سال تھا وہاں سازشوں کی جوابی کارروائی کا سال بھی تھا اور وہ جو جوابی کارروائی ہے وہ جاری رہے گی اور یہ سال ختم ہونے تک سازشوں کے گلے گھونٹے جائیں گے انشاء اللہ اور آپ دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور آسمان سے جو رحمت برسنے کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ تو برسے گی بہر حال، دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔

اب اس کے بعد جو نور والا مضمون تھا اس کی طرف واپس جانے کا اب وقت نہیں رہا کیونکہ وہ ایک اور آیت کے حوالے سے میں آپ کے سامنے کھولنا چاہتا تھا۔ وہ انشاء اللہ ہم آئندہ خطبے میں تو نہیں مگر اس کے بعد کا غالباً جو جمعہ آئے گا اس میں پھر اس مضمون کو شروع کر سکیں گے۔ آئندہ خطبے میں اس لئے نہیں کہ یہ ایک لمبے عرصے سے جماعت کا دستور چلا آ رہا ہے کہ سال کا آخری خطبہ یا اگلے سال کا پہلا خطبہ وقف جدید کے لئے وقف ہوتا ہے اور مجھ پر دباؤ تو یہی تھا یعنی درخواستیں تو یہی

تھیں مرکز کی طرف سے بھی، دوسری جگہوں سے بھی کہ اس خطبے میں وقف جدید کی تحریک کی جائے اور جس طرح میں کوائف بیان کیا کرتا ہوں وہ کوائف پیش کئے جائیں مگر چونکہ یہ دوسری باتیں یہاں کرنے والی لازم تھیں اس لئے میں نے آئندہ جنوری کے پہلے خطبے کو وقف جدید کے لئے وقف کیا ہے۔ تو انشاء اللہ اس وقت تک جو کوائف دنیا سے اکٹھے ہو چکے ہوں گے ان کی روشنی میں میں آپ کو وقف جدید کے مضمون سے آگاہ کروں گا اور اس کے بعد جو خطبہ آئے گا پھر انشاء اللہ، سوائے اس کے کہ کوئی غیر معمولی ایسی بات پیدا ہو جس کے لئے ہمیں اس مضمون کو بھی چھوڑنا پڑے ورنہ یہی نور والے خطبات کے تسلسل کو پھر شروع کر دیں گے۔

ایک ضمنی بات میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس سال پہ غور کرتے ہوئے ایک اور بات کا بھی خیال رکھیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی مالی توفیقات کو جو بڑھایا ہے کیا آپ نے ان توفیقات کے مطابق اپنی مالی قربانی کو بھی بڑھایا ہے کہ نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ خطرہ ہے کیونکہ قربانیوں کا مضمون دو طرح سے آگے بڑھتا ہے۔ ایک یہ کہ توفیق کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ قربانیاں ضرور بڑھا کرتی ہیں۔ ان لوگوں کی قربانیاں جو خالصۃً للہ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں ان کی تو لازماً بڑھتی ہیں اور اگر توفیق نہ بڑھے تو آرزوئیں بڑھتی رہتی ہیں، تمنائیں بڑھتی رہتی ہیں، دل مچلتے ہیں کہ کاش ایسا ہو کہ ہمیں یہ توفیق ملے تو پھر یہ بھی کر دیں اور وہ بھی کر دیں اور بعض اوقات ایسے مردوں اور عورتوں کے خط ملتے ہیں کہ ہم یہ قربانی پیش کر سکتے ہیں مگر دل روتا ہے، تمنا بڑی ہے کہ کاش خدا اور دے تو پھر ہم اور بھی زیادہ قربانیوں کو بڑھا دیں۔ اس ضمن میں جب اپنے سال پر غور کریں گے تو آپ کے دل آپ کو بتائیں گے کہ قربانیوں سے بے زاری بڑھی تھی یا قربانیوں کی محبت بڑھی ہے۔ عملاً پہلے سے زیادہ قربانیاں دی ہیں یا عملاً پہلے سے قربانیوں میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ اس پہلو سے بھی سال پر نظر کریں۔

جہاں تک نیک تمناؤں کا تعلق ہے ان میں بھی دعاؤں کی ضرورت ہے کہ وہ تمنائیں سچی ہوں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ بعض لوگ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا ہمارے اموال میں برکت دے پھر ہم بہت قربانیاں کریں تیری راہ میں مگر جب اللہ تعالیٰ ان کو اموال میں برکت دیتا ہے تو وہ قربانیوں سے محروم رہ جاتے ہیں اور خرچ نہیں کر سکتے۔ تو جہاں یہ نیک تمنائیں پیاری ہیں، اچھی

لگتی ہیں وہاں یہ خطرات بھی ہیں جن کی نشان دہی قرآن کریم فرماتا ہے اور ایسی کتاب ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں۔ کوئی نظیر دنیا میں نہیں ہے اور بھی کتابیں اتری ہیں اور اس شان کی کتاب پہلے کبھی کہیں نہیں اتری۔ ہر اچھی چیز کی تحریک فرماتے ہوئے ہر اچھی چیز کے ساتھ منسلک خطرات سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ کوئی نکال کے تو دکھائے دنیا سے کوئی ایسی کتاب۔ اس لئے کہ یہ ایک جاری کتاب تھی جو فطرت کے ساتھ باندھی گئی اور فطرت کے ہر گوشے پر نظر رکھنا اس کتاب کے لئے لازم تھا ورنہ یہ عالمگیر تعلیم نہیں بن سکتی تھی۔

پس باقی کتب کا نقص نہیں ہے ان کی مجبوری ہے وہ وقت کے دائروں میں بٹی ہوئی شریعتیں تھیں۔ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایک عالمی نور نازل ہوا ہے جو کل عالم سے تعلق رکھتا ہے اس لئے فطرت سے اس کا باندھا جانا ضروری تھا اور فطرت میں مخفی ہر پہلو کے ساتھ جہاں جہاں تعلق ضروری ہے وہاں قرآن نے باندھا ہے۔ جہاں خوش خبریاں دی ہیں وہاں ان خوشخبریوں سے تعلق میں خطرات سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ پس یہ خطرات بھی ہیں جو نیک تمناؤں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مجھے تو کہیں کسی کتاب میں یہ پڑھنا یاد نہیں کہ نیک تمناؤں کے ساتھ ان کے خطرات کا بھی علم دیا گیا ہو۔ قرآن دیتا ہے کہتا ہے یہ دعا بھی، یہ خواہش نیک ہونے کے باوجود بھی خطرے کا موجب بن سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے تم پہلے سے بھی بدتر حال کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس لئے جب نیک تمنائیں کیا کرو تو اول خوب غور کر کے، سوچ کر کیا کرو، اپنے دل کی گہرائی تک اپنے نفس کو کریدو کہ کیا واقعۃً تم میں اس کی طاقت ہے بھی کہ نہیں۔ کیا جب یہ نصیب ہو جائے گا تمہیں تو تم اس عہد پر قائم رہو گے۔ اگر نہیں تو ڈرو اس تمنا سے جو تمنا تمہیں کامیابی کی بلندی عطا کرنے کی بجائے ہلاکت کے گڑھوں کی طرف دھکیل سکتی ہے اور ساتھ دعائیں کرو۔ اگر نہ پتا لگے کہ میری تمنا میں کیا کمزوریاں ہیں تو پھر دعائیں کرو کہ اے اللہ ہم تمنا تو کرتے ہیں مگر ہمیں اپنے نفس کے، نفوس کے شرور سے بچا اور ہماری تمناؤں کی بھی حفاظت فرما، ان کو پاک اور صاف کر دے اور پھر انہیں پاک اور صاف حالت میں قبول فرما۔

پس یہ بھی ایک جائزے کا پہلو ہے اور جائزے میں اپنی اس اولاد کو بھی پیش نظر رکھیں کیونکہ میں نے جائزے میں یہ آپ سے گزارش کی تھی کہ اپنا ہی نہیں اپنی بیوی کا بھی، بچوں کا بھی جائزہ لیں۔ آپ میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی کامیابیاں دکھائی ہیں اپنے

Profession میں یا یونیورسٹی کے دوسرے امتحانات میں یا سکول کے یا کسی ٹیکنیکل ٹریننگ کے امتحان میں یعنی وہ جو کسب معاش کے لئے مختلف ذریعے بنائے گئے ہیں ان کی تربیت حاصل کر کے وہ کامیاب ہوئے ہیں اور بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جن کو خدا کے فضل سے اچھی نوکریاں مل گئی ہیں یا آزاد تجارتوں کے موقعے ملے ہیں، آزادا اپنے ذریعہ معاش کو برکت دینے کے، بڑھانے کے موقع ملے ہیں تو یہ بھی نظر رکھیں کہ ان کے اندر بھی خدا تعالیٰ نے مالی قربانی کی تحریک پیدا کی ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں تو ان کو سمجھائیں پیار کے ساتھ، ان کو کہیں کہ یہی وقت ہے آج یہ عہد کر لو کہ گھر میں پیسے لانے سے پہلے لازماً خدا کا حصہ نکالو گے۔ وہ نکالنا شروع کر دو آج تمہارے لئے زیادہ آسان ہے کیونکہ ابھی آغاز میں تھوڑے پیسے ملتے ہیں۔ اگر تھوڑے پیسے دینے لگو گے تو پھر بڑوں کی بھی توفیق ملے گی۔ اگر بڑی رقموں کی توفیق ملے گی تو لذتیں بھی خدا تمہاری بڑھائے گا اور پھر ایسا چسکا پڑ جائے گا کہ قربانی نہ دینا عذاب ہو جائے گا قربانی دینا چٹی نہیں بنے گا۔ پس پیار اور محبت کے ساتھ ان نسلوں کی بھی تربیت کریں تا کہ خدا تعالیٰ دین کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ان کی نسلوں کو بھی توفیق عطا فرمائے اور یہی پیغام پھر آئندہ نسلوں میں بھی منتقل کرتے رہیں۔ تو اس پیغام کے ساتھ جو اس گزرے ہوئے سال کی ذمہ داریوں سے تعلق رکھتا ہے اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

اب میں بعض مرحومین کا مختصر ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی نماز جنازہ آج نماز جمعہ اور عصر کے جمع ہونے کے بعد پڑھی جائے گی۔ ان میں سب سے پہلے تو مکرم و محترم چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت شیخوپورہ کا مختصر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی مخلص اور فدائی انسان تھے اور خدا تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ ایسی ہر دلعزیز شخصیت تھی کہ اپنے کیا اور غیر کیا جو بھی ان کے قریب آتا تھا اس کا دل موہ لیتے تھے اور کسی جگہ میں نے کسی امیر ضلع کو اتنا ہر دلعزیز نہیں دیکھا جتنا چوہدری انور حسین صاحب کو شیخوپورہ ہی میں نہیں اس کے گردو پیش میں بھی دیکھا ہے۔ جب وہاں کبھی میں جاتا تھا تو دعوت دیا کرتے تھے وہاں کے دانشوروں کو، حکومت کے افسر، غیر افسر، وکیل، زمیندار سب کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ کبھی کسی نے اس بارے میں خوف محسوس نہیں کیا کہ احمدیت کی تبلیغ ہوتی ہے وہاں سوال و جواب ہوں گے ہم کیوں شامل ہوں، سارے آیا کرتے تھے

اور بے حد عزت تھی چوہدری صاحب کی ان کے دلوں میں ۔ اپنی ساری برادری پر بہت اثر رکھتے تھے اور ان کا مختصر تعارف یہ ہے کہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو احمدیت کا سخت مخالف تھا ان کے بہنوئی رئیس احرار افضل حق تھے ۔ ایک عبدالرحمٰن صاحب تھے جو پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے اور چوٹی کے جماعت کے مخالفین اور احمدی کب ہوئے چودہ سال کی عمر میں ۔ 1918ء میں پیدا ہوئے اور 1932ء میں احمدی ہو گئے ۔ وہ چھوٹا سا بچہ چودہ سال کا ایسی مصیبت میں مبتلا ہوا کہ قیامت برپا ہوگئی اس خاندان پر، دور دور سے چوٹی کے ہندوستان کے علماء کو بلایا گیا، ان کے ساتھ مجالس لگائی گئیں کہ اس کو توبہ کرادو ۔ جب وہ کامیاب نہیں ہوئیں کوششیں اور چوہدری صاحب کو جو اللہ نے غیر معمولی ذہانت عطا فرمائی تھی اس سے چوہدری صاحب ہر ایک کا منہ بند کر دیتے رہے تو پھر پیروں فقیروں کے پاس لے گئے اور کہا اس پر جنتر منتر کرو، کوئی دعائیں پڑھو ۔ چوہدری صاحب واقعات سنایا کرتے تھے بعض پیروں نے کہا کہ نہیں اس پر کسی کا جادو نہیں چل سکتا یہ بڑی سخت ہڈی ہے ۔ تو اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا بڑی تبلیغ کی توفیق ملی ۔ اپنے خاندان میں، غیروں میں، ہر جگہ احمدیت کے لئے ایک تو غیرت میں ننگی تلوار اور تبلیغ کے لحاظ سے ایسا میٹھا رس تھے جو دلوں کی گہرائی تک اترتا تھا ۔

1974ء میں جو جماعت کے خلاف شور اٹھا ہے اس کے پس منظر میں وہ کامیاب تبلیغ تھی جماعت کی جس کے نتیجے میں مولویوں کے کیمپوں میں تہلکہ مچ گیا تھا ۔ حکومت بھی بے قرار ہوگئی تھی کہ اگر اس طرح احمدیت تیزی سے پھیلنا شروع ہوئی تو کیا بنے گا ہمارا ۔ اس میں چوہدری صاحب کا ضلع سب سے آگے تھا ۔ ضلع شیخوپورہ سے سب سے بڑے وفد آیا کرتے تھے ہر ہفتے اور اللہ کے فضل سے رونقیں لگ جاتی تھیں ۔ ربوہ میں ہر طرف مولوی ہی مولوی پھر رہا ہوتا تھا مگر آنے والا مولوی اور ہوتا تھا جانے والا اور ہوتا تھا، شکل ہی بدل جاتی تھی ان کی ۔ تو چوہدری صاحب نے اس مہم میں سب سے زیادہ مرکزی کردار ادا کیا تھا ۔ انہیں کی وجہ سے پھر دوسرے دلوں میں بھی شوق پیدا ہوا تھا اور بڑا ہی فدائی انسان احمدیت کے عاشق، مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق، خلافت کے عاشق اور ایسی طبیعت مزے کی کہ باتیں کرتے تھے تو پھول جھڑتے تھے ۔ لطائف کا بہت پیارا ذوق تھا اور حاضر جوابی تو درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی ۔ کئی لوگ چوہدری صاحب کی حاضر جوابی کی وجہ سے سوچ سوچ کر،

سکیمیں بنا بنا کر آتے تھے کہ یہاں ہم ان کو پچھاڑیں گے اور بات کرتے کرتے چوہدری صاحب ایسا جواب دیتے تھے کہ الٹے پاؤں ان کو بھاگنا پڑتا تھا۔ کبھی آج تک میں نے یہ حاضر جوابی کے مقابلے میں چوہدری صاحب کو کسی سے شکست کھاتے نہیں دیکھا۔ غیروں کے مقابل پر بھی یہی حال تھا، احمدیت کے دلائل کے تعلق میں بھی یہی حال تھا۔ تو بہت ہی پیارا وجود تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے بہت پیارے تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو بہت پیارے تھے اور مجھے بہت ہی پیارے تھے۔ بہرحال اللہ جو بلانے والا ہے وہ سب سے پیارا ہے اسی پر ہماری جان ہمارا سب کچھ نثار ہو اور اسی کے قدموں پہ ہماری روحیں فدا ہوں۔ اللہ چوہدری صاحب کی روح کو بھی غریق رحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو بھی وہ خوبیاں عطا کرے جن خوبیوں کے وہ علمبردار رہے ہمیشہ۔ تفصیلی ذکر کا تو بہرحال موقع نہیں۔ نہ مناسب ہے جمعہ کو اس قسم کے تفصیلی ذکر میں تبدیل کرنے کا مگر یہ باتیں میرا خیال ہے دلوں میں دعا کی تحریک پیدا کرنے کے لئے کافی ثابت ہوں گی۔

ایک اور ہمارے بزرگ دوست سید احسن اسماعیل صدیقی صاحب گوجرہ میں وفات پاگئے ہیں۔ ابن سید چراغ دین شاہ صاحب مرحوم اور استانی چراغ بی بی صاحب مرحومہ۔ یہ 22 / دسمبر 1995ء کو وفات پاگئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جسمانی لحاظ سے ان میں کچھ کمزوریاں تھیں اور اس کے باوجود بڑے ہمت والے انسان اور اعلیٰ ظرف اور اچھے اعلیٰ پائے کے شعر کہتے تھے۔ اونچ نیچ تھا اس میں لیکن بعض دفعہ شعر چمک کے ایسا اٹھتے تھے کہ بہت اونچی فضا تک پہنچ جاتے تھے۔ ان کی ایک نظم تو اتنی مقبول عام ہوئی کہ ایک زمانے میں ربوہ میں تو بچہ بچہ اس نظم کو گاتا پھرتا تھا۔

عرفان کی بارش ہوتی ہے دن رات ہمارے ربوہ میں
اک مرد قلندر رہتا ہے دریا کے کنارے ربوہ میں
ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہیں اسلام کے روئے تاباں پر
اس دور میں بھی آتے ہیں نظر کیا چاند ستارے ربوہ میں
توحید کی باتیں کرتے ہیں محبوب خدا پر مرتے ہیں
یہ کوئی فرشتے ہیں یا رب جو تو نے اتارے ربوہ میں

یہ زندہ جاوید کلام سید احسن اسماعیل صدیقی صاحب کا ہے۔ ان کی نماز جنازہ بھی انشاء اللہ

ہوگی اور اس کے علاوہ کچھ اور بزرگوں کی یا عزیزوں کی بھی ہوگی جن کے اعلان پہلے کئے جا چکے ہیں۔

اکرم ظفر اللہ الشواء ابن مکرم محمد الشواء ایڈووکیٹ۔ یہ 16 / دسمبر 1995ء کو 47 سال کی عمر میں کینسر سے وفات پا گئے۔ پچھلے اجتماعی نماز جنازہ غائب میں ان کا اعلان کرنا بھول گئے تھے۔ صرف میں نے اپنی ذات میں ان کی یاد میں نماز جنازہ غائب پڑھ لی تھی لیکن اب اس ساری اجتماعی نماز جنازہ غائب میں بھی ان کو پھر یاد رکھا جائے۔ ان کی خاص بات تھی کہ ان کے والد تو 1947ء میں احمدی ہوئے یعنی روحانی طور پر 1947ء میں پیدا ہوئے۔ یہ 1948ء میں پیدا ہوئے اس لئے پیدائشی احمدی تھے اور سلسلہ کے عاشق تھے۔ ایم ٹی اے کے پروگراموں کا اتنا شوق تھا کہ ایک لمحہ کے لئے وہاں سے نظر ہٹا نہیں سکتے تھے اور پیغام بھیجا کرتے تھے کہ ایم ٹی اے زندہ باد۔ مجھے زندگی کا مزہ مل گیا ہے اس سے اور سمجھ آئے نہ آئے بیٹھے رہتے تھے اس کے سامنے۔ دماغ کا کینسر ہوا اس وجہ سے بالآخر آپریشن بھی ہوا سوئٹزرلینڈ میں لیکن عام طور پر دماغ کا کینسر آپریشن کے جواب میں ردعمل دکھایا کرتا ہے۔ کچھ دیر کا وقتی آرام پھر پہلے سے بھی بڑھ کر خرابی۔ چنانچہ ہر دنیاوی کوشش ناکام رہی۔ ان کے والد بھی بہت بزرگ ہیں اور اس علم پر کہ میں نے ان کی نماز جنازہ غائب پڑھی ہے ان کا نہایت ہی محبت اور خلوص کا خط آیا ہے کہتے ہیں میں تو اتنی سی بات سے ہی راضی ہو گیا ہوں، مجھے بہت ہی صبر ملا ہے اس سے۔ تو اس لئے ضروری ہے کہ ان کو دوبارہ ہم سب اپنے ذہن میں پیش نظر رکھتے ہوئے نماز جنازہ غائب پڑھیں۔